عربی مخطوطات کی تحقیق کا منہج

ترجمہ: ”المنهج الأمثل لتحقيق المخطوطات“

از: مولانا محمد یاسر عبداللہ
خادم طلبہ جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

”ڈاکٹر حاتم صالح ضامن (۱۹۳۸ء تا ۲۰۱۳ء) ماضی قریب میں عالم اسلام کے معروف محقق ومصنف، علوم قرآن وقراءت سے وابستگی رکھنے والے لائق وفائق اسکالر گزرے ہیں۔ مخطوطات کی تحقیق، شیخ کا امتیازی وصف تھا، شیخ نے اس فن کو اپنی کاوشوں سے معیاری اسلوب فراہم کیا ہے، جس نے اس میدان میں عراقی محققین کو ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ شیخ نے اس اسلوب پر محققین کی ایک پوری جماعت تیار کی ہے۔ ”المنهج الأمثل لتحقيق المخطوطات“ کے نام سے اس مقالے میں اختصار کے ساتھ شیخ نے اپنے منہجِ تحقیق کی وضاحت کی ہے، جس سے ان کے اسلوب کی امتیازی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ تحقیق وتالیف سے وابستہ اُردو دان طبقے کے افادہ کے لیے اس مقالے کو اردو قالب میں ڈھال کر پیش کیا جارہا ہے۔“ (مترجم)

مخطوطات، امت کے علمی ترکے کا جزء اور اس کے تہذیبی وقومی وجود کی اہم دستاویزات ہیں، یہی وجہ ہے کہ امت نے مخطوطات کی حفاظت کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں گوناگوں راہیں نکالی ہیں۔

تحقیقِ مخطوطات کے پہلو سے ہم آج جن مسائل کا سامنا کررہے ہیں، ہمارے قدیم علماء ان میں بہت سے مسائل کا حل پیش کرچکے ہیں، مثلاً:

نسخوں کا تقابل، اغلاط کی اصلاح، حذف وسقط اور زیادتی واضافے کا حل، ایک جیسے حروف کو ممتاز کرنا، حواشی لکھنا، علاماتِ ترقیم اور رموز واختصارات، مصادر وماخذ کا ذکر وغیرہ۔

مستشرقین کو ہمارے علمی ترکے کی نشر واشاعت میں سبقت حاصل ہے، انھوں نے (اپنے تئیں) تحقیقِ مخطوطات کا منہج ترتیب دے کر اسی کے مطابق کام کیا ہے۔ عربوں نے بھی تحقیقِ

نصوص کا آغاز کیا تو بہت سی نفیس کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔ نیز یونیورسٹیوں کی جانب سے اعلیٰ ڈگریوں کے حصول کے لیے تحقیقِ تراث کا دَروا ہونے کے بعد تو یہ رجحان زیادہ مضبوط ہوا ہے۔ بغداد یونیورسٹی کے ''کلیۃ الآداب'' میں ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ''تحقیقِ نصوص'' کا موضوع داخلِ نصاب کرنے کا شرف مجھے حاصل ہے، جو نظری اور عملی دونوں پہلوؤں سے پڑھایا جارہا ہے۔

عراقی محققین کے اسلوبِ تحقیق کی خصوصیات

گزشتہ ربع صدی سے متقدمین اور متأخرین علماء کے مناہج سے واقفیت کی روشنی میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ دیگر ممالک کی بہ نسبت ہماری تحقیقات منفرد خصوصیات کی حامل ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- تخریج کے مصادر و مآخذ میں زمانی تسلسل کی رعایت

اس لیے کہ متقدمین کو فضیلت حاصل ہے اور متأخرین بھی اخبار میں انھیں پر اعتماد کرتے ہیں۔ ایک معروف محقق کی کتاب نظر سے گزری، جس میں ایک شعر کی تخریج میں یوں لکھا تھا:

''خزانة الأدب، الأغاني، طبقات فحول الشعراء''.

محقق موصوف نے زمانی ترتیب کی رعایت نہیں رکھی تھی، انھیں یوں تخریج کرنی چاہیے تھی:

''طبقات فحول الشعراء، الأغاني، خزانة الأدب''.

(زمانی تسلسل کا لحاظ اس بنا پر ضروری ہے) کہ ابن سلام کی وفات ۲۳۲ھ میں، ابوالفرج اصفہانی کی ۳۶۲ھ میں اور عبدالقادر بغدادی کا وصال ۱۰۹۳ھ میں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی تحقیقات میں مصادر کا ذکر کرتے ہوئے ہر مصنف کے سِنِ وفات کا بالتزام تذکرہ کیا ہے اور اپنے طلبہ پر بھی اُسے لازم قرار دیا ہے۔

۲- اشعار وارجاز کی تخریج میں محقق مطبوعہ دواوین یا مجموعوں پر اکتفا اور اختلافِ روایت کی صورت میں اس کی طرف اشارہ

واضح بات ہے کہ ان تمام مصادر کا ذکر کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہیں جن میں وہ شعر آیا ہے، وہ تو بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ان کا احاطہ بھی ناممکن ہے۔

ہمارے بہت سے محقق بھائیوں نے اس نکتے سے اختلاف کیا ہے؛ لیکن ہم نے اسی انداز کا التزام کیا ہے اور ہم اس سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ہمارے شیخ معتمد محقق محمود محمد شاکر (م: ۱۴۱۸ھ-

۱۹۹۷ء) نے ایک نجی خط میں اس منہج کو پسندیدہ قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کو ’’جاہل محققین‘‘ سے موصوف کیا ہے جو (بلاسبب) زیادہ تخریج کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک چھوٹے سے رسالے میں مذکور ایک شعر کی طرف اشارہ بھی کیا، جہاں محقق نے ستر کتابوں سے شعر کی تخریج کرڈالی تھی؛ حالانکہ شیخ نے لکھا ہے کہ ”والبيت في ديوانه“ وہ شعر خود شاعر کے دیوان میں موجود ہے۔ اس کتاب اور محقق کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا مقصود یہ نہیں ہے۔

۳- تراجم کے لیے قدیم اور مخصوص مصادر کی جانب رجوع

بعض لوگ محض خیرالدین زرکلیؒ (م: ۱۹۷۶ء) کی ”الأعلام“ یا عمر رضا کحالہؒ (م:۱۴۰۸ھ) کی ”معجم المؤلفين“ کی طرف اشارے پر اکتفا کرتے ہیں، سہولت پسند محققین کا یہی منہج ہے۔ ایک اور قسم کے محققین الل ٹپ کبھی ”الأعلام“ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو کبھی ”كشف الظنون“ کی جانب، کبھی ”ميزان الاعتدال“ کا ذکر کرتے ہیں تو کبھی ”خزانة الأدب“ کا، یہ انداز درست نہیں۔

ہمارا منہج جو ہمارے خیال میں منفرد منہج ہے، درجِ ذیل ہے:

تراجمِ صحابہؓ کے لیے ان کتابوں کی مراجعت جو مستقل طور پر ان کے تراجم کے لیے لکھی گئی ہیں، مثلاً:

(۱) ” معجم الصحابةؓ“: ابن قانعؒ (م:۳۵۱ھ)

(۲) ” معرفة الصحابةؓ“: ابونعیم اصفہانیؒ (م:۴۳۰ھ)

(۳) ”الاستيعاب“: ابن عبدالبرؒ (م:۴۶۳ھ)

(۴) ”أسد الغابة“: ابن اثیرؒ (م:۶۳۰ھ)

(۵) ”الإصابة“: ابن حجرؒ (م:۸۵۲ھ)

مفسرین کے حالات کے لیے ان کے تراجم کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع، مثلاً:

(۱) ”طبقات المفسرين“: سیوطیؒ (م:۹۱۱ھ)

(۲) ” طبقات المفسرين“: داؤ دیؒ (م:۹۴۵ھ)

(۳) ” طبقات المفسرين“: (ادنہ ویؒ)

محدثین اور راویانِ حدیث کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو الحمدللہ بہت ہیں، بہ طور مثال بلاحصر ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ”التاریخ الکبیر“: امام بخاریؒ (م:۲۵۶ھ)

(۲) ”تھذیب الکمال“: مزیؒ (م:۷۴۲ھ)

(۴) ”تھذیب التھذیب“: ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲ھ)

محدثین میں سے ضعفا کے لیے کتبِ ضعفا کی جانب رجوع، مثلاً:

(۱) ”کتاب الضعفاء“: بخاریؒ (م:۲۵۶ھ)

(۲) ”کتاب الضعفاء“: نسائیؒ (م:۳۰۳ھ)

(۳) ”کتاب الضعفاء“: دار قطنیؒ (م:۳۸۵ھ

(۴) ”کتاب الضعفاء“: ذہبیؒ (م:۷۴۸ھ)

اسی طرح مجروح راویوں سے متعلق کتابیں، جیسے: ”المجروحین“ ابن حبانؒ (م:۳۵۴ھ)وغیرہ۔

مذاہبِ اربعہ کے فقہاء کے حالات کے لیے شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے طبقات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو بحمد اللہ بہت سی ہیں۔

شیعہ علماء ورجال کے لیے ان کے ساتھ خاص کتابوں کی طرف رجوع، جیسے کشی (م:۳۴۰ھ)، نجاشی (م:۴۵۰ھ)اورطوسی (م:۴۶۰ھ) کی شیعہ رجال کے متعلق کتابیں، اور ”روضات الجنات“ خوانساری (م:۱۳۱۳ھ)

قراء کے تراجم کے لیے ان کے متعلق کتب کی مراجعت، مثلاً:

(۱) ”معرفة القراء الکبار“: ذہبیؒ (م:۷۴۸ھ)

(۲) ”غایة النھایة فی طبقات القراء“: ابن جزریؒ (م:۸۳۳ھ)جواس باب میں سب سے وسیع تر کتاب ہے اور بہت سے قراء کے تراجم میں منفرد ہے۔

اہلِ تصوف کے حالات کے لیے طبقات الصوفیہ سے متعلق کتابوں کی طرف رجوع، جیسے:

(۱) ”طبقات الصوفیة“: سلمیؒ (م:۴۱۲ھ)

(۲) ”طبقات الصوفیة“: ابن ملقنؒ (م:۸۰۴ھ)

(۳) ”لواقح الأنوار فی طبقات الأخیار“: شعرانیؒ (م:۹۷۳ھ)

نحویوں اور لغویوں کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جیسے:

(۱) ”مراتب النحویین“: ابوطیب لغویؒ (م:۳۵۱ھ)

(۲) "أخبار النحويين البصريين": سیرافیؒ (م:۳۶۸ھ)

(۳) "طبقات النحويين واللغويين": ابوبکر زُبیدیؒ (م:۳۷۹ھ)

(۴) "اِنباه الرواة علٰى أنباء النحاة": قفطیؒ (م:۶۴۶ھ)

(۵) "بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة": سیوطیؒ (م:۹۱۱ھ)

شعراء کے تراجم کے لیے ان کے حالات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع، جیسے:

(۱) "طبقات فحول الشعراء": ابن سلّام (م:۲۳۱ھ)

(۲) "طبقات الشعراء المحدثين": ابن معتز (م:۲۹۶ھ)

(۳) "المؤتلف والمختلف": آمدی (م:۳۷۰ھ)

(۴) "معجم الشعراء": مرزبانی (م:۳۸۴ھ)

(۵) "الأغانی": ابوالفرج اصفہانی (م بعد:۳۶۰ھ)

نسب، کنیت اور لقب کی تحقیق کے لیے کتبِ انساب وکُنی والقاب کی مراجعت، مثلاً:

(۱) "المؤتلف والمختلف": ابن حبیب (م:۲۴۵ھ)

(۲) "الكُنٰى والاسماء": دُولابی (م:۳۱۰ھ)

(۳) "جمهرة أنساب العرب": ابن حزم (م:۴۵۴ھ)

(۴) "الإكمال": ابن ماکولا (م:۴۸۶ھ)

(۵) "الأنساب": سمعانی (م:۵۶۲ھ) وغیرہ۔

۴- زیرِ تحقیق کتاب میں کسی مقام کے ضبط یا معنی کے سمجھنے کے لیے اس پہلو سے خاص کتب کی طرف رجوع

چنانچہ کسی مشکل کلمہ کے معنی کے لیے معاجم عربیہ کی جانب مراجعت، جو بحمد اللہ بہت ہیں اور ہر طالب علم پر ان کے مناہج کی پہچان لازم ہے، ان میں سے بعض خلیل بن احمد (م:۱۷۵ھ) کی "العین" کی ترتیب کے مطابق ہیں، بعض جوہری (م:۳۹۳ھ) کی "الصحاح" کے منہج کے موافق ہیں، بعض زمخشری (م:۵۳۸ھ) کی "أساس البلاغة" کے طرز پر ہیں اور بعض منفرد انداز کی حامل ہیں، جیسے: ابنِ دُرید (م:۳۲۱ھ) کی "جمهرة اللغة"، ابن فارس (م:۳۹۵ھ) کی "المجمل" اور "مقاييس اللغة"۔

قراءات کی معرفت کے لیے کتبِ قراءات کی مراجعت

محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ قراءاتِ سبعہ، قراءاتِ عشرہ اورقراءاتِ اربع عشرہ سے واقف ہو، اوراسے شاذ قراءتوں کی معرفت بھی حاصل ہو؛ تاکہ قراءات کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع کرسکے، جیسے:

(۱) " شواذ القراءات": ابن خالویہ(م:۳۷۰ھ)

(۲) " المحتسب": ابن جنی (م:۳۹۲ھ)

(۳) " شواذ القراءات": کرمانی (م بعد:۵۶۳ھ)

(۴) " إعراب القراءات الشواذ": عُکبری (م:۶۱۶ھ)

قرآنِ کریم کے کسی کلمہ کی وجوہ کی پہچان کے لیے "کتبُ الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم" **کی جانب رجوع کیا جائے، مثلاً:** مقاتل بن سلیمان اور ہارون بن موسیٰ قاری (م ق:۱۷۰ھ) کی کتابیں، یحییٰ بن سلام (م: ۲۰۰ھ) کی "التصاریف"، اور ابن جوزی (م:۵۹۷ھ) کی کتاب۔

قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی معرفت کے لیے ''کتبِ غریب القرآن'' کی مراجعت کی جائے، مثلاً: یزیدی (م:۲۳۷ھ)، ابن قتیبہ (م:۲۷۶ھ)، ابن عزیر سجستانی (م:۳۳۰ھ) اور راغب اصفہانی (م:۴۵۰ھ) کی کتب۔

قرآن کے کسی کلمہ کے اعراب کے لیے ''کتبِ اعراب القرآن'' کی جانب رجوع کیا جائے، جیسے: نحاس (م:۳۳۸ھ)، ابنِ خالویہ (م:۳۷۰ھ)، مکی قیسی (م:۴۳۷ھ)، عُکبری (م:۶۱۶ھ)، منتجب ہمذانی (م:۶۴۳ھ) اورسمین حلبی (م:۷۵۶ھ) کی کتابیں۔

حدیث کی معرفت کے لیے کتبِ حدیث کی مراجعت کی جائے، مثلاً: سب سے پہلے "صحیح البخاری"(م: ۲۵۶ھ)، پھر" صحیح مسلم" (م: ۲۵۱ھ)، پھرامام ابن ماجہؒ(م:۲۷۵ھ)، امام ابوداوٗدؒ (م: ۲۷۵ھ)، امام ترمذیؒ (م:۲۷۹ھ) اور امام نسائیؒ (م:۳۰۳ھ) کی" کتبُ السنن"، اوردیگر کتبِ حدیث: "موطا امام مالك "(م:۱۷۹ھ) اور "مسند أحمد بن حنبل" (م:۲۴۱ھ) وغیرہ۔

البتہ موضوع احادیث کے لیے جداگانہ مستقل کتابیں ہیں، مثلاً:

(۱) "الموضوعات ": ابن جوزیؒ (م :۵۹۷ھ)، (۲) "اللآلی المصنوعة فی

الأحاديث الموضوعة"، سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، (۳) " الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة " شوکانیؒ (م:۱۲۵۰ھ)

احادیث وآثار کے کسی غریب کلمہ کی تحقیق کے لیے "کتبِ غریب الحدیث" کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: ابوعبیدؒ (م:۲۲۴ھ)، ابن قتیبہؒ (م:۲۷۶ھ)، حربیؒ (م:۲۸۵ھ) اور خطابیؒ (م:۳۸۸ھ) کی کتابیں، زمخشری (م:۵۳۸ھ) کی "الفائق" اور ابن اثیر (م:۶۰۶ھ) کی "النهاية فی غريب الحديث والأثر"۔

نباتات کے متعلق کسی کلمے کی معرفت کے لیے کتبِ نباتات کو دیکھا جائے، مثلاً: اصمعی (م:۲۱۶ھ) اور ابن قتیبہ دینوری (م:۲۸۲ھ) کی کتابیں۔

اضداد میں سے کسی کلمہ کی پہچان کے لیے کتبِ اضداد کی مراجعت کی جائے جو دس کے قریب ہیں اور ان میں قدیم تر قطرب (م:۲۱۰ھ) کی کتاب ہے۔

مشترک لفظی کلمات کی تحقیق کے لیے اس باب کی کتب دیکھی جائیں، جیسے: "ما اتفق لفظهٔ واختلف معناه" کے نام سے یزیدی (م:۲۲۵ھ)، ابوعُمیثل (م:۲۴۰ھ) اور ابن شَجری (م:۵۴۲ھ) کی کتابیں۔

مترادف الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: "مااختلفت ألفاظهٔ واتفقت معانيه" کے نام سے اصمعی (م:۲۱۶ھ)، ابن سِکیت (م:۲۴۴ھ)، ہمزانی (م:۳۲۰ھ)، قدامہ بن جعفر (م:۳۳۷ھ) اور رُمانی (م:۳۸۴ھ) کی کتابیں۔

کلماتِ ضادیہ یا ظائیہ کی معرفت کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، جو الحمدللہ بہت ہیں، "كتب الضاد والظاء" کے سلسلے کی تیرہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

مذکر اور مؤنث کلمات کی پہچان کے لیے اس باب کی کتابیں دیکھی جائیں، ان میں سے تقریباً دس کتابیں چھپ چکی ہیں، جن میں سے قدیم تر فراء (م:۲۰۷ھ) کی کتاب ہے۔

مقصور وممدود الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، جو ابن دُرید (م:۳۲۱ھ) اور ابن مالک (م:۶۷۲ھ) کی منظومات کے علاوہ بھی اُنیس ہیں۔

مثلثِ لغوی کلموں کی معرفت کے لیے اس بارے میں لکھی گئی کتابیں دیکھی جائیں، جو منظومات کے علاوہ سات ہیں، قدیم تر کتاب قطرب (م:۲۱۰ھ) کی ہے۔

مثنی کلمے کی پہچان کے لیے اس موضوع کی دو مطبوعہ کتابوں کی مراجعت کی جائے: "المثنی" ابو طیب لغوی (مص ۳۵۱ھ) اور "جنی الجنتین فی تمییز المثنتین" محبی (م:۱۱۱۱ھ)

ایسے کلمات جن میں عوام غلطی کر جاتے ہیں، ان کی تحقیق کے لیے " لحن العامۃ" یعنی لغوی تصحیحات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع کیا جائے، جن میں سے قدیم تر کسائی (م:۱۸۹ھ) کی کتاب ہے، اور کل نو کتب طبع ہو چکی ہیں۔

مصحف ومحرف کلمہ کی تحقیق کے لیے کتبِ تصحیف وتحریف دیکھی جائیں، **مثلاً**: "التنبیه علی حدوث التصحیف" حمزہ اصبہانی (م:۳۶۰ھ)، "التنبیه علی أغالیط الرواۃ" **علی بن حمزہ بصری** (م: ۳۷۵ھ) اور " شرح مایقع فیه التصحیف والتحریف" **ابو احمد عسکری** (م:۳۸۲ھ)۔

معرب کلمے کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، **جیسے**: "المعرب" جوالیقی (م:۵۴۰ھ)، "شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل" **شہاب الدین** خفاجی (م:۱۰۶۹ھ) اور " قصد السبیل فیما فی العربیة من الدخیل" **محبی** (م:۱۱۱۱ھ)۔

انسان کی خلقت سے متعلق کسی بات کی معرفت کے لیے اس نوع کی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً: اصمعی (م:۲۱۶ھ)، زجاج (م:۳۱۱ھ)، ثابت بن ابی ثابت اور اسکافی (م:۴۲۰ھ) کی کتب۔

ازمنہ اور انوار کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، **جیسے**: فرار (م:۲۰۷ھ)، قطرب (م بعد:۲۱۰ھ)، ابن قتیبہ (م:۲۷۶ھ)، مرزوقی (م:۴۳۲۱ھ) اور ابن اجدابی (م قبل:۴۷۰ھ) کی کتابیں۔

کسی جگہ کی تعیین یا کسی شہر کے نام کی تحقیق کے لیے درجِ ذیل کتابیں دیکھی جائیں: "معجم مااستعجم" بکری (م:: ۴۸۷ھ)، "الأماکن" حازمی (م:۵۸۴ھ)، "معجم البلدان" یاقوت (م:۶۲۶ھ) اور "الروض المعطار" حمیری (م:۷۲۷ھ)۔

کسی ضرب المثل کی معرفت کے لیے کتبِ امثال کی طرف رجوع کیا جائے، میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر سترہ کتابیں ہیں، قدیم تر کتاب مفضل ضبی (م قبل:۱۷۸ھ) کی ہے۔

کسی نحوی مسئلے کی تحقیق کے لیے کتبِ نحو کی مراجعت کی جائے، جو الحمدللہ بہت ہیں۔

نحو کے کسی اختلافی مسئلے کے لیے اس موضوع میں تالیف کی گئی کتب دیکھی جائیں، جیسے: ”الإنصاف فی مسائل الخلاف“ **ابوبرکات انباری** (م:۵۷۷ھ)، ” التبیین عن مذاھب النحویین البصریین والکوفیین“ **عکبری** (م:۶۱۶ھ) اور ”إئتلاف النصرة فی اختلاف نحاة الکوفة والبصرة“ شرجی زَبیدی (م:۸۰۲ھ)۔

فنونِ بلاغت میں سے کسی فن کی معرفت کے لیے کتبِ بلاغت کی جانب رجوع کیا جائے، جو بحمد اللہ بہت ہیں۔

اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کی پہچان کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی مراجعت کی جائے، مثلاً: ” الفَرق بین الفِرَق“ **عبدالقاہر بغدادی** (م:۴۲۹ھ)، ” الفِصل فی المِلل والأھواء والنِحل“ **ابن حزم اندلسی** (م: ۴۵۶ھ) اور ”المِلل والنِحل“ **شہرستانی** (م:۵۴۸ھ)۔

۵- اقوال کی تخریج ان کے قائلین کی کتابوں سے ہو اگر وہ مطبوع ہوں، اور اگر وہ کتب ہم تک نہ پہنچی ہوں تو دیگر مصادر سے ان کی توثیق

اقوال اور نصوص کی ان کے قائلین کی کتب سے تخریج کو اہمیت دینے سے محقق کو عبارت کی توثیق اور ضبط میں مدد ملتی ہے، بہ طورِ مثال میں کہتا ہوں:

نیسان (جولائی) ۱۹۷۳ء میں، میں نے دس نسخوں کو سامنے رکھ کر مکی بن ابو طالب (م:۴۳۷ھ) کی کتاب ”مشکل إعراب القرآن“ کی تحقیق مکمل کی، اس کتاب میں خلیل (م:۱۷۵ھ)، سیبویہ (م:۱۸۰ھ)، فراء (م: ۲۰۷ھ) اور مبرد (م: ۲۸۵ھ) کی کتب سے عبارات منقول ہیں' میں نے ان سب عبارتوں کی تخریج کی؛ حالانکہ سیبویہ کی کتاب سے ان کے اور خلیل کے اقوال کی تخریج میں مجھے بہت مشقت جھیلنی پڑی؛ اس لیے کہ شیخ عُضیمہؒ کی فہرست ۱۹۷۵ء میں چھپی ہے، اسی طرح سیبویہ کی ”الکتاب“ پر عبدالسلام ہارون (م:۱۴۰۸ھ) کی فہرست بھی ۱۹۷۷ھ میں طبع ہوئی ہے۔ ان نقول کے تقابل کے دوران مکی کی کتاب میں کافی اضطراب ملا، وہ کبھی خلیل کے قول کو سیبویہ کی طرف اور کبھی سیبویہ کے قول کو خلیل کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ میں نے تحقیق کے دوران حواشی میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈیڑھ سال بعد دمشق سے ” مشکل إعرب القرآن“ چھپ کر سامنے آئی، کسی محقق نے اس کی اشاعت میں جلد بازی سے کام لیا تھا؛ چنانچہ موصوف نے سیبویہ اور خلیل کے چھیالیس اقوال کو یونہی

(بلاتحقیق) چھوڑ دیا؛ حالانکہ وہ سیبویہ کی کتاب میں موجود ہیں، بنابریں اضطراب یونہی بلااشارہ قائم رہا؛ اس لیے کہ خود محقق کو اس کا ادراک ہی نہ تھا۔ علمی تحقیق میں یہ چیز خلل کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح محقق نے مبرد کے ایسے چودہ اقوال کو بھی بلاتخریج چھوڑ دیا تھا جو ان کی کتاب "المقتضب" میں موجود ہیں، اسی طرح فراء کے چار اقوال کی تخریج بھی نہیں کی تھی؛ حالانکہ وہ ان کی کتاب "معانی القرآن" میں مذکور ہیں۔ ایک بااعتماد محقق جو اپنا کام عمدگی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہو، اس کے لیے اقوال کی تخریج میں صبر سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔

۶- حواشی کو بوجھل نہ کرنا اور عبارت کو درست صورت میں ضبط کرکے سامنے لانا

اپنے سے پہلی نسل کی تحقیقات سے واقفیت ہوئی تو عجیب وغریب چیزیں دکھائی دیں۔ ایک طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حالات دو صفحوں میں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین صفحوں میں، مزید اسی پر قیاس کرلیجیے، اور ادھر کچھ شعراء کے حالات کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، جن میں محقق، شاعر کی شخصیت، اس کے اشعار کے فنون اور مثالوں سے بحث کررہا ہے۔ نیز موجودہ مطبوعہ کتب کے حواشی میں ایسی بہت سی عبارتیں ہیں، جو دیگر طبع شدہ کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، یہ بلاضرورت حواشی کو بوجھل بنانا ہے۔ تحقیق، کتاب کی شرح کا نام نہیں؛ بلکہ ہمیں اختصار کے ساتھ توثیق وتخریج، صحیح شکل میں عبارت کے ضبط، اور مؤلف کے مطابق سالم صورت میں نص کو سامنے لانے کی ضرورت ہے، ساتھ ساتھ محض التباس کا احتمال رکھنے والے الفاظ کی شرح ہو۔

۷- تخریج اور حوالہ جات میں علمی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ کتب پر اعتماد اور دیگر طبعات سے بے اعتنائی

بے شمار کتابیں بلاتحقیق چھاپ دی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی تصحیفات اور تحریفات رہ جاتی ہیں؛ لیکن جب وہی کتابیں علمی تحقیق کے ساتھ طبع ہوجائیں تو پھر (دورانِ تحقیق وتخریج) انھی پر اعتماد ضروری ہے اور محقق کے لیے تحقیق شدہ ایڈیشنوں کے حاصل نہ ہونے کا بہانہ کوئی دلیل نہیں، لہٰذا شیخ محمود محمد شاکر (م: ۱۴۱۸ھ- ۱۹۹۷ء) کی تحقیق کے ساتھ عبدالقاہر جرجانی (م: ۴۷۱ یا ۴۷۴ھ) کی "دلائل الإعجاز" اور "أسرار البلاغة" منظرِ عام پر آنے کے بعد علمی پہلو سے ان دونوں کتابوں کے سابقہ ایڈیشن ناقابلِ اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ اسی طرح قزاز (م: ۴۱۲ھ) کی کتاب "مایجوز للشاعر فی الضرورة" دوبار پہلے تیونس میں اور پھر اسکندریہ میں طبع ہوئی ہے؛ لیکن قاہرہ سے جو تیسرا طبع آیا تو اس نے پہلے دو کو گرادیا ہے۔ انھی وجوہ کی بناپر ہمارے ہاں اگر طالبِ علم

علمی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ طبعات پر اعتماد نہ کرے تو اس سے باز پرس کی جاتی ہے۔

۸- علمی دیانت اور نص کا احترام

یہ ایک اہم قضیہ ہے جس کی بنا پر ہم بہت مشقت اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں ایسی تحقیقات سے سابقہ پڑتا ہے، جن کے ناشرین نے قلم کی باگ چھوڑ رکھی ہے، وہ نص میں من مانا تصرف کرتے ہوئے جیسے چاہیں تقدیم وتاخیر اور اضافہ وحذف کرتے ہیں۔ بعض تو اس حد تک تجاوز کر گئے ہیں کہ نہایت بودے دلائل کو بنیاد بنا کر کتاب کا نام ہی بدل ڈالا، پھر اسی کتاب کو دوسرے نام سے چھاپ دیا۔ میں ایسے ناشر کو محقق نہیں کہتا، یہ علم کی بجائے تجارتی نفع کا خواہشمند ہے، تحقیق سے اسے کوئی سروکار نہیں، فإلی اللہ المشتکیٰ!

مثلاً: دامغانی (م: ۴۷۸ھ) کی کتاب ”الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم“ کو عبدالعزیز سید الاہل نے چھاپا ہے، جس میں بہت سے ایسے اضافات ہیں جو اصل کتاب میں نہیں، مؤلف کی ترتیب کو بدل کر کتاب کا نام ”إصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم“ رکھ دیا ہے، چہ جائے کہ اس کی نسبت میں وہم ہو، یہ ایک ناقابلِ اعتبار طبع ہے، جسے وقعت نہیں دی جاسکتی۔

شیخ عرفان بن سلیم عشا حسونہ نے ”تہذیب معانی القرآن وإعرابہ“ چھاپی اور مقدمے میں لکھا: ”مجھے خیال آیا کہ میں اس کتاب سے زجاج کی ذکر کی گئی چیزیں حذف کردوں؛ تاکہ کتاب عیب دار عبارات سے خالی ہوجائے“۔ سبحان اللہ! کیا کہنے! یہ ناشر صاحب زجاج کی ترتیب پر معترض ہیں اور اس میں تبدیلی وحذف اس لیے چاہتے ہیں کہ اس کے دل میں یہ ”خیال“ آیا ہے، انھیں کیا خبر کہ علمی دیانت اور تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب کو مصنف کی ترتیب کے مطابق جوں کا توں پیش کیا جائے۔

ایک اور عجیب وغریب مثال ملاحظہ ہو: کرمانی (م: ۵۰۵ھ) کی کتاب ”البرھان فی متشابہ القرآن لما فیہ من الحجة والبیان“ کو عبدالقادر احمد عطا نے تین بار نہایت گھٹیا انداز میں چھاپا ہے، پہلی بار اس کا نام ”أسرار التکرار فی القرآن“ تھا، اور ناشر کا کہنا تھا کہ سہولت کی بنا پر اس نام کی جانب اس کا میلان ہوا ہے اور اس نے مؤلف کا رکھا ہوا نام اس لیے ترک کردیا ہے کہ لوگ متشابہ کے معنی سے ناواقف ہیں، یہ طبع تیونس کا تھا، پھر انھیں عیوب کے ساتھ دوبارہ ”البرھان فی توجیہ متشابہ القرآن لمافیہ من الحجة والبیان“ کے نام سے دوسرا ایڈیشن

شائع کیا،اور مؤلف کے رکھے ہوئے نام میں لفظِ ’’توجیہ‘‘کا اضافہ کیا، یہ بیروتی طبع تھا۔تیسری بار مصر میں چھاپا تو ٹائٹل پر عنوان یوں تھا: ’’أسرار التكرار فی القرآن المسمی البرهان فی توجیه متشابه القرآن لما فيه من الحجة والبیان‘‘۔بخدا! یہ علم نہیں تجارت ہے اور اس غلط بیان ناشر نے اسی انداز سے کئی اور کتابیں بھی شائع کی ہیں۔اللہ اس سے درگزر کرے، اس نے علم اور اہلِ علم کے ساتھ برا سلوک کیا۔

بہرکیف، یہ ایک مشکل منہج ہے جس میں محقق کو بہت سے مصادر کی جانب مراجعت کرنا پڑتی ہے، جو بعض اوقات اس کی دسترس میں بھی نہیں ہوتے۔ہم نے اپنے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم میں اسی منہج کا پابند کیا ہے؛ تاکہ وہ تحقیق پر قادر اور ہر باب کے مصادر سے آگاہ ہو کر نکلیں، وہ وسیع آفاق کے حامل ہوں، علمی ترکے میں جدید کی اتباع کریں، ان کے اور جدیدیات کے درمیان اس ربط سے تحقیق کی پختگی اور اس پر قدرت میں گہرا اثر ہوتا ہے۔

تحقیق کوئی آسان کام نہیں، جیسے نادان لوگ اس کا تصور پیش کرتے ہیں، بلکہ یہ ایک مشکل اور تھکادینے والا عمل ہے، اپنی قابلِ قدر علمی میراث کے احیاء کی حرص ہی ہے جس نے ہمیں ان مشکلات پر غالب کر رکھا ہے۔ فالحمد لله الذی هدانا لهذا، و ما كنا لنهتدی لولا أن هدانا الله !

ہمارے نزدیک یہ ایک بہترین منہج ہے، جس میں ہم نے بہت سی صعوبتوں کا سامنا کیا، بہت سے دشمن مقابلے میں آئے؛ لیکن الحمدللہ! تیس سال کے طویل عرصے سے ہم اسے پھیلانے میں کامیاب ہیں اور صرف عراق میں ہی نہیں؛ بلکہ تیونس میں اور الجزائر میں جہاں باتنہ،قسطنطنیہ اور عاصمہ میں تین ادارے کھل چکے ہیں اور ان کا نگران (سلف کے) علمی ترکے کا شیدائی ہمارا ہی ایک طالب علم ہے۔آج ہم اس پُر امن شہر میں ہیں جس کے باسی خوش وخرم ہیں۔امید ہے کہ ہم اپنے طلبہ وطالبات کو اس میراث کے احیاء کے لیے تیار کرنے میں کامیاب رہیں گے، جو ہماری گردنوں پر ایک امانت ہے۔ والله الموفق!

❁ ❁ ❁